جو مسئلہ سمجھ میں نہ آئے وہ کسی مستند و ماہر مفتی سے معلوم کرلیں۔۔ (ابوزبیر)

آپ کے مسائل اور اس کے جوابات

از مفتی محمد صاحب

مضامین:

☆ باپ کی سوتیلی بیٹی سے نکاح ☆ طلبہ کو جسمانی سزا دینا

☆ کسی بزرگ کے نام کے ساتھ ''رضی اللہ عنہ'' لکھنا

☆ غیر مسلم عورت سے شادی کرنا ☆ ووٹ کی شرعی حیثیت

☆ نیاز کے برتنوں کی خرید وفروخت

☆ کسی بدعتی میلے میں موجود اسٹالوں سے خرید وفروخت

☆ اکابر علماء کی طرف منسوب قابل اعتراض عبارات کی حقیقت

☆ مسجد کے قریب استنجاء خانے کا انتظام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باپ کی سوتیلی بیٹی سے نکاح:

سوال: زید کا ایک چچا تھا اور اس کے دو بیٹے تھے، اس کے بعد چچا کا انتقال ہو گیا تو زید نے اپنے چچا کی بیوی سے نکاح کر لیا اور اس سے تین بیٹے اور تین بیٹیاں پیدا ہوئیں، اس کے بعد زید نے ایک اور شادی کر لی اور اس دوسری بیوی سے پانچ بیٹے پیدا ہوئے، تو اب پوچھنا یہ ہے کہ کیا زید کے ان پانچ بیٹوں (جو دوسری بیوی سے ہیں) کا نکاح زید کی پہلی بیوی کے ان دو بیٹوں (جو چچا سے تھے) کی بیٹیوں سے جائز ہے یا نہیں؟ (حیات اللہ باجوڑی۔کراچی)

جواب: مذکورہ صورت میں یہ نکاح درست ہے۔

طلبہ کو جسمانی سزا دینا:

سوال: مدارس یا اسکول کے طلبہ کو جسمانی سزا دینا شرعی نقطہ نظر سے جائز ہے یا نہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی میں بطورِ معلم کسی صحابی کو بچپن میں اَز روئے طالب علم جسمانی سزا دی ہے؟ مزید یہ کہ بچے کو الٹے کان پکڑا کر اور سرینوں سے قمیص اٹھا کر مارنا شرعی طور پر جائز ہے یا نہیں؟ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے ہمیں شفقت سے تدریسی فرائض سرانجام دینا ملتے ہیں تو مدارس میں یا عصری تعلیم یعنی اسکول وغیرہ میں بچوں کو جسمانی سزا کیوں دی جاتی ہے اور اس کی کیا حیثیت ہے؟ سزا کیسی دینا جائز ہے ہاتھ سے یا چھڑی سے؟ بچہ اگر سبق یاد نہ کرے تو پھر پڑھانا چاہیے اور اگر پھر بھی یاد نہ کرے تو اسے مارنا چاہیے یا سمجھانا چاہیے؟ کیا مار سے بچے کی صلاحیت میں اضافہ کیا جا سکتا ہے؟ اَز راہِ کرم علمی انداز رکھتے ہوئے مجھے ان مسائل پر مطمئن کر دیں۔ (نوید اقبال۔ٹیکسلا)

جواب: اس مسئلہ کا تعلق دراصل ولایت علی النفس سے ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ولی مثلاً باپ کو اپنے نابالغ بچے پر ولایت حاصل ہے اور اس ولایت کے تحت ولی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ صغیر (چھوٹے بچے) کو تادیباً مارے اور یہ ولایت جس طرح ولی خود استعمال کرسکتا ہے اسی طرح اس میں وہ معلم اور استاذ کو اپنا نائب بھی بنا سکتا ہے، چنانچہ باپ کی نیابت میں استاذ یا ٹیچر بھی بچے کو تادیباً مار سکتا ہے۔

اور عاقل بالغ شخص خود مختار ہے لہٰذا جب کوئی طالب علم مدرسہ میں داخلہ لیتا ہے تو عرف و عادت کے مطابق وہ اس پر راضی ہوتا ہے کہ استاذ مجھے تادیباً مار بھی سکتا ہے، نیز اس طرح کے مدرسہ یا اسکول میں داخلہ لے لینا دلالۃً بھی استاذ کو اس بات کی اجازت دینے کے مترادف ہے کہ استاذ اسے تنبیہ کے لیے سزا دے سکتا ہے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تابعین کے دور سے لے کر آج تک بالغ طالب علم کو ضربِ خفیف (معمولی ضرب) کے ساتھ تادیباً مارنے پر فی الجملہ عمل ہوتا آرہا ہے، کسی فقیہ یا کسی عالم نے اس پر نکیر نہیں فرمائی اور اس ضرب کی اصل وہ حدیث ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ بچہ جب سات برس کا ہوجائے تو اسے نماز کا حکم کرو اور جب دس سال کا ہوجائے (اور پھر بھی نماز نہ پڑھے تو) اسے (نماز نہ پڑھنے پر) مارو۔

قال في الدر : ويؤمر الصبي بالصوم إذا أطاقه ويضرب عليه ابن عشر كالصلوٰة في الأصح .

قال ابن عابدين رحمه الله : قوله " ويضرب " : أي بيد لا بخشبة ولا بجاوز الثلاث كما قيل به في الصلوٰة . (٢/٤٠٩)

وقال في الدر : وجب ضرب ابن عشر عليها بيدلا بخشبة لحديث : مروا أولادكم بالصلوٰة وهم أبناء سبع واضربوهم عليها وهم أبناء عشر قلت الصوم كالصلوٰة على الصحيح .

قال ابن عابدين تحته : قوله : " لحديث الخ " استدلال على الضرب المطلق وأما كونه لا

بخشبة ؛ فلأن الضرب بها ورد فی جناية المكلف اهـ ..... رواه ابو داؤد والترمذي .....
وقال حسن صحيح قوله " قلت " مراده من هذين النقلين بيان أن الصبي ينبغي أن يؤمر
بجميع المأمورات وينهى عن جميع المنهيات اهـ وقال ايضاً : وكذا المعلم ليس له أنه
يجاوزها [أي الثلث] ۱/۳۵۲ .

اصول یہ ہے کہ طالب علم کی اصلاح میں استاذ تدریج سے کام لے، یعنی جب استاذ کسی طالب علم میں کوئی غلطی دیکھے تو سب سے پہلے کسی مجلس میں اس طالب علم کی موجودگی میں اس کا نام لیے بغیر وہ نامناسب حرکت چھوڑنے اور اس سے باز رہنے کی عمومی ترغیب دے، اسے اس نامناسب حرکت سے روکے اور اگر باز نہ آئے تو اسے تنہائی میں سمجھائے تاکہ وہ باز آجائے اور دوسروں کے سامنے اس کی تحقیر نہ ہو اور اگر پھر بھی باز نہ آئے تو دوسروں کی موجودگی میں اسے مخاطب کر کے اس نامناسب حرکت سے اسے منع کرے اور اگر اب بھی باز نہ آئے تو پھر اعتدال سے سزا دینے کی گنجائش ہے۔

تاہم سزا دینے میں ان امور کا خیال لازم ہے:

(1) چہرہ پر ہرگز نہ مارے کیونکہ حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے۔

(2) ضربِ خفیف ہو یعنی ایسی مار نہ ہو کہ جس سے جسم پر نشان پڑ جائیں، ورنہ یہ استاذ کی طرف سے زیادتی ہوگی، ایسی صورت میں اگر طالب علم معاف نہ کرے تو عنداللہ استاذ کی پکڑ ہوگی۔

(3) اس مار کے نتیجہ میں یقین یا ظن غالب کے درجہ میں کسی فتنہ یا بڑے نقصان کا اندیشہ نہ ہو، مثلاً وہ طالب علم علم سے ہی متنفر ہو جائے، ان شرائط کا لحاظ کرتے ہوئے اگر کبھی معمولی لکڑی استعمال کر لی جائے تو اس کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

لیکن سرینوں سے کپڑا اٹھا کر مارنا درست نہیں، یہ بے حیائی کی بات ہے۔ آخر میں واضح ہو کہ اس پوری تفصیل کا تعلق صرف اجازت وشرعی گنجائش کی حد تک ہے، لیکن جہاں تک اس کے پسندیدہ یا ناپسندیدہ

ہونے کا تعلق ہے تو اس کے لیے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مطہرہ ہمارے سامنے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ازواجِ مطہرات وخدام پر ولایت حاصل تھی مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ولایت کو کبھی استعمال نہیں کیا، لہٰذا طالب علم کی اصلاح میں استاذ کو حتی الامکان اوپر بیان کیے ہوئے تینوں طریقے استعمال کرنا چاہئیں اور مارنے سے حتی الامکان پرہیز کرنا چاہیے۔

واقعات اور مشاہدات سے یہ ثابت ہے کہ تادیباً ضربِ خفیف (معمولی ضرب) سے بچوں کی صلاحیت کو بروئے کار لایا گیا ہے۔ تاہم مارنے سے صلاحیت میں اضافہ نہیں کیا جا سکتا البتہ غفلت ولاپرواہی دور کی جا سکتی ہے۔

کسی بزرگ کے نام کے ساتھ ''رضی اللہ عنہ'' لکھنا:

سوال: رضی اللہ تعالیٰ عنہ، صحابہ کے علاوہ کسی بزرگ، ولی یا مولانا کے نام کے بعد لکھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اور صحابہ کے نام کے بعد علیہ السلام لکھ سکتے ہیں یا نہیں؟ (بہادر سیجو، بھٹارو، سندھ)

جواب: (ا) مسلمانوں کی اصطلاح ہے کہ صحابہ کرام کے ساتھ ''رضی اللہ عنہم'' اور تابعین اور اولیاء کرام کے لیے ''رحمہم اللہ'' کا جملہ لکھا جائے، لیکن صحابہ کرام کے علاوہ اسلاف میں سے ممتاز شخصیات کے لیے بھی کبھی کبھار ''رضی اللہ عنہ'' استعمال کرنا جائز ہے، البتہ مشہور، متداول اور بہتر یہی ہے کہ ان کے لیے ''رحمہم اللہ'' استعمال کیا جائے۔

(ب) ''علیہ السلام'' کے الفاظ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خاص ہیں، کسی اور کے ساتھ یہ دعائیہ جملہ لگانے سے اس کے نبی ہونے کا وہم ہوتا ہے اور لگانے والے کے عقیدے کے بارے میں بدگمانی بھی پیدا ہوتی ہے، لہٰذا اگر فقط کسی صحابی کا نام ہے تو اس کے ساتھ علیہ السلام نہیں لکھ سکتے۔ ہاں انبیاء علیہم السلام کے ساتھ اگر کسی صحابی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے ساتھ آپ کی آل اولاد کا ذکر آئے تو پھر تبعاً ان پر بھی صلوٰۃ وسلام بھیجا جا سکتا ہے، جیسا کہ یوں کہا جائے:

أللّٰھم صل علی محمد و آلہٖ و صحبہ و سلم .

غیر مسلم عورت سے شادی کرنا:

سوال: ایک مسلمان غیر مسلم عورت سے شادی کر لے تو کیا وہ نکاح ہو جائے گا؟ جواب ذرا تفصیل سے فرمائیں۔ (بہادر سیجو، بھٹارو، سندھ)

جواب: عورت اگر عیسائی یا یہودی ہو تو اس سے نکاح کیا جا سکتا ہے، ان کے علاوہ ہو تو مسلمان کیے بغیر نکاح کرنا جائز نہیں، البتہ آج کل کے عیسائیوں اور یہودیوں میں سے بڑی تعداد دہریوں کی ہے جن کا عیسائیت یا یہودیت سے کوئی واسطہ نہیں، ایسی دہریہ عورتوں سے نکاح جائز نہیں، اگر یہ بات نہ بھی ہو تو اولاد کے بے دین ہو جانے کا خطرہ تو بہر حال رہتا ہے، اس لیے عام حالات میں اس سے اجتناب لازم ہے، البتہ اگر کسی عیسائی یا یہودی خاتون کے پیچھے کسی غیر مسلم تنظیم کی قوت نہ ہو اور بچوں کے بارے میں خطرہ نہ ہو تو نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

ووٹ کی شرعی حیثیت:

سوال: بعض لوگ کہتے ہیں کہ ووٹ دینا بہت ضروری ہوتا ہے اور دینا چاہیے، بحیثیتِ مسلمان موجودہ سرمایہ دارانہ نظامِ جمہوریت میں ووٹ دینے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ موجودہ حالات میں دینی اور سیاسی پارٹیوں کو ووٹ دینا کہاں تک جائز ہے؟ اور مذہبی جماعتوں کا اس سسٹم میں حصہ لینا شریعت کی رُو سے کیسا ہے؟ (محمد صادق و برادران، کراچی)

جواب: مروّجہ سرمایہ دارانہ اور جمہوری طرزِ سیاست اسلامی نقطۂ نظر سے درست نہیں، تاہم جب تک یہ نظام مسلمانوں پر مسلط ہے تو شر اور فتنہ اور اس نظام کے منفی اثرات کو کم کرنے کی غرض سے اس میں حصہ لینا درست ہے اور جو واقعی اہل لوگ ہوں ان کو ووٹ دینا بھی درست بلکہ لازم و ضروری ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ علماء کرام اور جدید تعلیم یافتہ دیندار مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ مل کر معاشرے کی اصلاح اور ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے مختلف جہتوں سے بقدرِ استطاعت ہر ممکن اور بھرپور کوشش کریں۔

یہ جدوجہد باقاعدہ منصوبہ بندی کے ساتھ ہونی چاہیے، خواہ اس کی مدت کچھ طویل ہو، اس کے لیے ایک مستقل جماعت تشکیل دی جانی چاہیے جس کا دن رات کام ہی یہی ہو کہ وہ اس کے لیے نئی نئی اور مختلف جہتیں سوچے اور انہیں عمل میں لانے کے لیے لائحہ عمل تیار کرے، علماءِ کرام اور جدید تعلیم یافتہ طبقے کے وہ باصلاحیت افراد جو دین سے مخلص ہیں اور اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے اپنی صلاحیتیں پیش کرنے کے لیے آمادہ ہیں، آپس میں رابطے بڑھائیں اور مستند واکابر علماءِ کرام کی سرپرستی اور نگرانی میں آگے بڑھیں، اللہ تعالیٰ اس کی کوئی سبیل پیدا فرمادیں۔

نیاز کے برتنوں کی خرید وفروخت:

سوال: محرم کے دنوں میں کچھ لوگ شہدائے کربلا کے نام پر نیاز دیتے ہیں، وہ نیاز مٹی کے ٹاکو (جو مٹی کی ایک پلیٹ ہوتی ہے) اور مٹی کے ڈولے (یعنی پانی پینے کے لیے ایک چھوٹا سا برتن ہوتا ہے) میں دیتے ہیں۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آیا مٹی کی ان چیزوں کو بنانا یا فروخت کرنا شریعت کی رُو سے درست ہے؟ (ابراہیم۔ پشاور)

جواب: مٹی کے ان برتنوں کی اگر بناوٹ اس قسم کی ہو کہ عرف میں لوگ یہ برتن محرم کی اس مخصوص نیاز جیسی بدعت کے سوا کسی اور جائز مقصد میں استعمال نہ کرتے ہوں یعنی ان برتنوں کا استعمال اس نیاز کے ساتھ خاص ہو تو ان برتنوں کو بنانا اور ان کی خرید وفروخت جائز نہیں، البتہ اگر ان کی بناوٹ ایسی ہو کہ اس کام کے علاوہ دوسرے جائز کاموں میں بھی یہ استعمال ہوتے ہوں تو ان برتنوں کا بنانا اور خریدنا، بیچنا جائز ہے۔ اس صورت میں گناہ صرف اس شخص کو ہوگا جو اسے بدعت کے ارتکاب میں استعمال کر رہا

ہے۔

کسی بدعتی میلے میں موجود اسٹالوں سے خرید وفروخت:

سوال: محرم کی نویں اور دسویں تاریخ کو ہمارے شہر میں کچھ مرد اور خواتین قبرستان جاتے ہیں اور وہاں پر کئی خرافات کا ارتکاب کرتے ہیں، جاتے ہوئے راستے کے دونوں جانب اسٹال لگے ہوئے ہوتے ہیں اوران اسٹالوں سے یہ مرد وخواتین مختلف چیزیں خریدتے ہیں، آیا ان اسٹالوں میں اشیاء کی خرید وفروخت کرنا شریعت کی رُو سے جائز ہے؟ (ابراہیم۔پشاور)

جواب: راستے میں موجود اسٹالوں سے اشیاء کی خرید وفروخت جائز ہے البتہ قبرستان جا کران بدعات میں شرکت جائز نہیں۔

عن عائشة رضي اللّٰه تعالیٰ عنها قالت قال النبي صلى اللّٰه عليه وسلم : يغزو جيش الكعبة فإذا كانوا ببيداء يخسف بأوّلهم وآخرهم ، قالت : قلت يا رسول اللّٰه ! كيف يخسف بأوّلهم وآخرهم وفيهم أسواقهم ومن ليس منهم ؟ قال : يخسف بأوّلهم وآخرهم ثم يبعثون على نيّاتهم . (رواه مسلم)

اکابر علماء کی طرف منسوب قابل اعتراض عبارات کی حقیقت:

سوال: کچھ لوگ ایک پمفلٹ بہت زیادہ شائع کرتے ہیں جس میں علماءِ دیوبند کی کچھ عبارات لوگوں کو دکھا کران کو علماءِ دیوبند سے متنفر کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، مہربانی فرما کران عبارات کی تشریح کر کے لوگوں کو گمراہی سے بچائیں، مثلاً:

(1) ''اگر بعض علومِ غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی کیا تخصیص ہے؟ ایسا علمِ غیب تو زید وعمر بلکہ ہر صبی ومجنون اور جمیع حیوانات وبہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔'' (حفظ الایمان اَز مولانا

اشرف علی تھانوی)

یہ اور اس جیسے اور بھی بہت سے حوالے دے کر بعض لوگ گمراہی پھیلا رہے ہیں، مہربانی فرما کر ضربِ مؤمن میں کسی نہ کسی طریقے سے اس موضوع کو ضرور زیر بحث لائیں۔ (حامد علی کھوکھر)

جواب: بعض لوگوں نے فساد پھیلانے کے لیے علماءِ حق کی عبارات کو کہیں سے کہیں ملا کر ان پر الزامات کا جھوٹا سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ اس حقیقت کا علم صرف اتنی بات سے ہو جائے گا کہ ایسی باتیں شائع کرنے والے سے کہا جائے کہ ہر کتاب کے اصل صفحے کا عکس دکھاؤ، تب اس سے کچھ نہ بن پڑے گا، کسی عبارت کی نسبت درست ہو بھی جائے تو اس کا جواب ''عباراتِ اکابر'' نامی کتاب میں دیا جا چکا ہے جو حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر دامت برکاتہم کی تصنیف ہے اور ہر کتب خانے میں بآسانی مل جاتی ہے، آپ اس کا مطالعہ کر لیں، اس میں ان شاء اللہ ان تمام اعتراضات کا جواب مل جائے گا، نیز ''فتوحاتِ نعمانیہ'' از مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ اور ''رسائل چند پوری'' کا مطالعہ بھی بہت مفید ہوگا۔

مسجد کے قریب استنجاء خانے کا انتظام:

سوال: مسجد کے استنجاء خانوں میں لوگوں سے پیشاب کرنے پر اجرت لینا اور پھر اس رقم کو جو کہ (لیٹرین) سے حاصل ہوتی ہو مسجد (جو کہ اللہ کا گھر ہے) پر خرچ کرنا جائز ہے؟ براہِ کرم تفصیل سے قرآن وسنت کی روشنی میں آگاہ فرمائیں۔ (محمد یونس الرحمان صدیقی، شیخ محمد شبیر۔ ضلع میانوالی)

جواب: آج کل مسجدوں کے قریب بیت الخلاء بنانے کا جو دستور چل نکلا ہے دو وجہ سے غلط ہے، پہلی وجہ یہ کہ اہل محلّہ، دکانداروں یا دیگر چلنے پھرنے والے لوگوں کا پیشاب، پاخانے جیسی حاجت کو پورا کرنے کے لیے مسجد کا رُخ کرنا شرعاً وعقلاً معیوب ہے، نیز مسجد اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے ہوتی ہے اس میں لوگوں کی اس طرح کی حاجات کو پورا کرنے کا انتظام مسجد کے مقصد کے خلاف ہے۔ یہ ذمہ داری حکومت کی ہے کہ وہ عامۃ الناس کی ضرورت کو ملحوظ رکھتے ہوئے شہر میں مختلف جگہ بیت الخلاء کا انتظام کرے، اگر

حکومت نہیں کرتی تو لوگ خود اپنے طور پر ایک ایسی اجتماعی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے جو نمازی وغیر نمازی ہر ایک کو پیش آتی ہے، اجتماعی چندے سے بیت الخلاء کا انتظام کریں، اور یہ بیت الخلاء نہ تو مسجد کے قریب ہوں اور نہ ہی مسجد سے ان کا کوئی تعلق ہو۔ جیسے کھانا پینا اور دیگر فطری ضروریات دن میں متعدد بار پیش آنے والے ایسے تقاضے ہیں کہ جن کا نماز سے براہِ راست کوئی تعلق نہیں اسی طرح قضاءِ حاجت بھی دن میں متعدد بار پیش آنے والی ایسی ضرورت ہے جس کا نماز سے براہِ راست کوئی تعلق نہیں، بلکہ مسجد کی انتظامیہ کا لوگوں کے کھانے پینے کی حاجت پورا کرنے کے لیے مسجد کے قریب ہوٹل کھول کر اس کی مسجد کی طرف نسبت کرنا اتنا شنیع اور قبیح نہیں جتنا لوگوں کے پیشاب پاخانے کی حاجت پورا کرنے کی خاطر بیت الخلاء کا انتظام کرنا اور اس کی نسبت مسجد کی طرف کرنا قبیح اور شنیع عمل ہے اس قبیح رسم ہی کا نتیجہ ہے کہ بازار میں اگر کوئی کسی سے مسجد کا پوچھ رہا ہو تو عموماً یہ اس بات کی علامت ہوتی ہے کہ اسے پیشاب یا پاخانہ کا تقاضا ہے۔

اس رسم کی قباحت کی دوسری وجہ یہ ہے کہ مشاہدہ ہے کہ یہ بیت الخلاء مسجد کے اتنا قریب بنائے جاتے ہیں کہ ان کی بدبو بسا اوقات مسجد کے کم از کم صحن تک تو پہنچتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو کچا پیاز کھا کر اس کی بدبو کے باعث مسجد آنے سے منع فرمایا ہے، اندازہ لگایئے کہ جب کچے پیاز جیسی پاک چیز کی معمولی سی بو تھوڑے سے وقت کے لیے بھی مسجد میں گوارا نہ کی گئی تو وہ بیت الخلاء کی بدبو کا جو کچے پیاز سے کئی گنا زائد ہوتی ہے، مسجد کے قریب 24 گھنٹے کے لیے رہنا بلکہ باقاعدہ اس بدبو کا مسجد کے قریب انتظام کرنا کتنی قبیح اور مکروہ حرکت ہوگی؟

اگر حکومت کسی علاقے کے لوگوں کی اجتماعی (ضرورت کے پیش نظر کہیں بیت الخلاؤں کا انتظام کرنا چاہ رہی ہو تو کوئی بھی سلیم الطبع شخص اس بات کو پسند نہیں کرے گا کہ یہ انتظام اس کے گھر کے سامنے ہو، تو جب اپنے گھر کے حق میں کوئی شخص ایسا انتظام پسند نہیں کرتا تو مسجد کے قریب جس کے اگرد گرد کے

ماحول کی صفائی کا حکم زیادہ اہم اور مؤکد ہے، ایسے انتظام کو کیوں گوارا کیا جاتا ہے؟

تاہم اگر کسی مسجد کے متصل بیت الخلاء بنا ہی دیے گئے تو لوگوں سے استعمال کی اجرت لینا جائز ہے، مگر چونکہ ایسی اجرت کو عرف میں برا سمجھا جاتا ہے اور کوئی معزز شخص اسے بطورِ پیشہ اختیار کرنے میں اپنی ذلت سمجھتا ہے، اس لیے یہ رقم مسجد کی تعمیر یا امام ومؤذن کی تنخواہ پر خرچ کرنا معیوب اور ایک گونہ مسجد اور امام ومؤذن کی بے حرمتی ہے، اس لیے یہ رقم بیت الخلاء کی صفائی پر مقرر شخص کی تنخواہ میں خرچ کر دینی چاہیے۔

پیشکش: ابوزبیر

[www_alkalam_pk@yahoo.com]